خوانِ بنوریؒ سے مولانا امین اورکزئیؒ کی خوشہ چینی

(دوسری قسط)
افادات: محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ
ضبط وکتابت: مولانا محمد امین اورکزئی رحمۃ اللہ علیہ
مرتبہ ومرسلہ: مولانا محمد طفیل کوہاٹی

☆:...... ’’يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ ‘‘ سے بظاہر علماء کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ’’أُوْتُوْا الْعِلْمَ ‘‘معطوف ہے ’’الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ‘‘ پر، تو جو کچھ علماء کے درجات ہیں، وہی ’’الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ‘‘ کے ہیں۔ کسی نے تو یہ کہا ہے کہ یہاں تقدیر یوں ہے: ’’يرفع اللّٰه الذين اٰمنوا منكم ’’درجة‘‘ والذين أوتوا العلم درجات ‘‘ مگر قرآن کریم کی معجزانہ فصاحت اس کی مقتضی ہے کہ اس قسم کے تکلفاتِ باردہ نہ کیے جائیں۔ یہاں صحیح بات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے معلوم ہوتی ہے کہ آیت کا مقصود یہ ہے کہ یہ درجات ان لوگوں کے لیے ہیں جو کمال الایمان والعلم کے جامع ہوں۔ بغیر ایمان کے علم کی کوئی وقعت نہیں، جیسا کہ شیطان باوجود بڑا عالم ہونے کے مردود ہے تو جس طرح اعمالِ صالحہ بغیر ایمان کے مفید نہیں، اسی طرح علومِ نافعہ بغیر ایمان کے مقبول ومفید نہیں ہوسکتے اور درجات کے ابہام میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایمان اور علم جیسا کہ مختلف ہیں، اسی طرح درجات میں بھی تفاوت ہوگا۔

☆:......نبوت کمالاتِ انسانی میں معراج کا درجہ رکھتی ہے، نبوت کے بعد پھر دوسرا کوئی کمال نہیں، لہٰذا نبوت خاتمۃ الکمالات ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خاتمۃ النبوات ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اور ختم نبوت کی عظیم نعمت ملنے کے بعد بھی تلقین کی جارہی ہے کہ: ’’قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ‘‘ یعنی علم ایسی نعمت ہے کہ نبوت کے بعد بھی اس کی ضرورت ہے۔

☆:......’’شَـــجَـــرٌ‘‘ ان کلمات میں سے ہے جن میں مفرد اور جمع کا فرق تاء کے ساتھ ہوتا ہے، مفرد ’’شَجَرَةٌ‘‘ جمع ’’شَجَرٌ‘‘ .... كتمر وتمرة ونمل ونملة وكلم كلمة ..... لغویین اور

نحویین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ جمع ہے یا جنس۔

☆:......طغرائی خط کی یہ خصوصیت ہے کہ جو اوپر والا لفظ ہوتا ہے وہ بعد میں پڑھا جاتا ہے اور جو حرف نیچے ہوتا ہے وہ پہلے پڑھا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''خَاتَم'' کا نقش اسی خط کے مطابق تھا اور فرمایا کہ: میں جب تقریباً چھ سال کا بچہ تھا، اس وقت گھر میں ایک کتاب جس کا نام ثبوتِ خلافت تھا، اسی خط کے موافق لکھا تھا، میں نے خلافتِ ثبوت پڑھ لیا۔ والد صاحب نے کہا کہ: نہیں! یہ ''ثبوتِ خلافت'' ہے اور یہ قاعدہ بتلا دیا جو ابھی تک یاد ہے۔

☆:......تابعین میں ایسے حضرات ملتے ہیں جو فقہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہیں اور افقہ ہیں، اگرچہ ہر صحابیؓ کو فضیلتِ صحبت حاصل ہے، مگر فقہ علیحدہ چیز ہے اور یہ تفاضل بعض تابعین کا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم پر تفقہ میں مشاہد اور محسوس ہے، **ویشیر إلی ذٰلک الحدیث.**

☆:......شیخ عبدالقاہر جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''**دلائل الإعجاز**'' میں لکھا ہے کہ ''**إنما**'' حصر کے لیے استعمال ہوتا ہے، مگر ایسے مقام پر جبکہ متکلم مدخول ''**إنما**'' کی بداہت کا مدعی ہو اور یہ چیز ''**ما**'' اور ''**إلّا**'' میں نہیں پائی جاتی۔ یہ بہت عمدہ کتاب ہے، اگر یہ کتاب اور ان کی دوسری کتاب ''**أسرار البلاغة**'' وجود میں نہ آتی، تو فنِ بلاغت ومعانی مدون مرتب نہ ہوتا۔ بلاغت ومعانی کا ذوق پیدا کرنے کے لیے شیخ کی ان کتابوں کا مطالعہ لازمی ہے، اس فن میں عمدہ کتابیں یہ ہیں: ''**شرح عقود الجمان للمرشدي**'' اور ''**الطراز المتضمن لأسرار البلاغة والإعجاز**'' اور ''**عروس الأفراح شرح تلخیص المفتاح**'' یہ تین کتابیں آپ کے پاس ہوں تو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہے گی۔

☆:...... ''**لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ أَوْنَعْقِلُ**'' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''**نَسْمَعُ**'' میں درجۂ تقلید کی طرف اشارہ ہے اور ''**نَعْقِلُ**'' میں اجتہاد وتحقیق کی طرف اشارہ ہے، معلوم ہوا کہ تقلید بھی حجت ہے جب اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو۔

☆:...... وعظ کے لیے خاص دن مقرر کرنے کے متعلق جو حدیث وارد ہے، اس کو شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''مدارس میں جو تعطیلات ہوتی ہیں، اس کی اصل یہ حدیث ہے۔''

☆:......تفقہ فی الدین شرعاً مطلوب ہے اور اس کے لیے جو چیزیں مفید ہوں وہ بھی مطلوب ہیں، کیونکہ مقدمۃ الواجب واجب ہوتا ہے، لہٰذا تفقہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہے جس میں علوم عربیہ وغیرہ آتے ہیں، مطلوب ہوں گے۔ الغرض مقاصد کی طرح وسائل بھی مطلوب ہوتے ہیں۔ اس سے معروف اصطلاحی فقہ مراد نہیں، بلکہ مراد وہ عام معنی ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ: ''**الفقه معرفة النفس مالها وما علیها.**''

☆:......علماء آج کل داڑھی نہیں منڈاتے، نہ دیگر ظاہری معاصی میں مبتلا ہیں، وجہ یہ ہے کہ ماحول ایسا ہے جس میں اس قسم کے معاصی کے ارتکاب کی گنجائش نہیں، مگر دوسری طرف باطنی معاصی میں گرفتار ہیں۔ علماء آج تین قلبی امراض میں خاص طور سے مبتلا ہیں: ۱:- حبِ جاہ، ۲:- حبِ مال، ۳:- بغض وحسد اور اسی طرح خانقاہوں میں رہنے والے صوفی بھی إلا ماشاء اللّٰہ، أعاذنا اللّٰہ و العیاذ باللّٰہ.

☆:......نعمتیں دو قسم کی ہیں: ایک مادی، ایک روحانی۔ مادی نعمتوں میں قابلِ غبطہ نعمت وہ مال ہے جو راہِ حق میں خرچ کیا جائے اور روحانی نعمتوں میں قابلِ غبطہ نعمت وہ علم ہے جو نافع اور منتفع ہو۔ مجرد مال اور مجرد علم میں کوئی کمال نہیں۔

☆:......''غیث'' عربی لغت میں بارش کو کہتے ہیں اور اسی طرح مطر بھی، لیکن قرآن وحدیث کی اصطلاح اور استعمال میں عموماً ''غیث'' بارانِ رحمت کے لیے آتا ہے اور عذاب کے موقع پر مطر کا استعمال ہوتا ہے۔ حدیث میں ''غیث'' کا لفظ جو آیا ہے اس میں بھی علومِ نبوی کے رحمت ہونے کی طرف اشارہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے الفاظ محفوظ ہوتے چلے آئے ہیں اور روایت بالمعنی نہیں کیا گیا ہے۔

☆:......جَدب بفتح الأول ضد الخِصب بکسر أولہ، ایسے بہت سے کلمات ہیں جو کہ اضداد میں سے ہوتے ہیں اور ایک مکسور الاول، دوسرا مفتوح الاول ہوتا ہے۔ ومنها الجَدب والخِصب والعِلم والجَهل.

☆:......الجزائر کے ایک عالم نے جو ایک سو سال پہلے گزر چکے ہیں، ایک کتاب لکھی ہے: ''اللآلی والدرر فی المحاکمة بین الحافظ العینیؒ والحافظ ابن حجرؒ''، جس میں انہوں نے حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مختلف فیہ مقامات پر محاکمہ کیا ہے۔ یہ کتاب اب لیبیا سے چھپ گئی ہے۔

☆:......بخاریؒ نے ''فضل العلم'' کے عنوان سے جو باب باندھا ہے، حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضل'' بمعنی ''فضیلة'' لیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے بمعنی ''زیادة'' کے لیا ہے۔ یہاں پر بات حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اور علامہ عینیؒ کی بات کمزور ہے، لہٰذا ''اتفق لہ الموافقات بکثرة''

☆:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزاج تشریعی تھا اور آپ ''أشبہ الناس برسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم في علمہ'' تھے، ''وکان الصدیق من أشبهم فی خُلقہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال علیہ السلام: بعثتُ لأتمم مکارم الأخلاق، فکان الصدیق أولی بالخلافة، فتفطن.''

☆:......عرف واستعمال میں ''کَــانَ'' جب فعل پر داخل ہوتا ہے تو مفیدِ استمرار ہوتا ہے، مگر محدثین اور علم حدیث کی اصطلاح میں ''کَانَ'' استمرار کے لیے نہیں آتا، بلکہ اگر کوئی ایک دفعہ بھی واقع ہوچکا ہو تو وہاں بھی ''کَانَ'' لے آتے ہیں۔

☆:...... حدیث متواتر کی تعریف میں، پھر اس کے وجود میں علماء کا اختلاف ہے، بہرحال احادیث کے ذخیرہ میں اگر کوئی حدیث متواتر ہوسکتی ہے تو وہ حدیث ''**من كذب علي متعمدا**'' ہے، جس کے راوی تقریباً ایک سو صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تساہل کیا ہے اور ہر اس حدیث کو جس پر تعامل چلا آرہا ہو اس کو متواتر کہا۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''**الأزهار المتناثرة في الأخبار المتواترة**'' رکھا ہے اور اسی میں طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ جس حدیث کے راوی دس تک صحابہؓ ہوں، اس کو متواتر کہا، اس لیے ان کا کافی ذخیرہ اس کو ہاتھ آیا۔

☆:...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی خواب میں دیکھے اور اُسے اطمینان اور یقین ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو ٹھیک ہے، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ شمائل میں جو حلیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہوا ہے، اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی شخص دیکھ سکتا ہے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید اور صحیح تعلق ہو اور اس کے علاوہ ہر شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی استعداد کے موافق صورت میں دیکھتا ہے، شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ وہ آپ کے نام اور صورت سے نیند میں آجائے۔ تفصیلات شفاء قاضی عیاض اور وفاء الوفاء اور شروحِ شفا میں ملاحظہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ رائی کے برابر دل میں یقین آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو بس کافی ہے۔

☆:......حدیث میں جو آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آج جو لوگ زندہ ہیں، سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔ محدثین نے اس کے عموم سے فائدہ اُٹھا کر خضر علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا ہے، مگر یہ استدلال قوی نہیں ہے، اس لیے کہ ایک تو ''**ما من عام إلا وقد خص عنه البعض**''، دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب صحابہؓ تھے، مطلب یہ تھا کہ آپ میں سے [یعنی عالم شہادت میں زندہ اور موجود لوگوں میں سے] سو سال بعد کوئی زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا تعلق عالم شہادت سے نہیں، وہ درحقیقت رجال الغیب میں سے ہیں، تو حدیث کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، تو ممکن ہے کہ وہ زندہ ہوں اور یہی صوفیاء کرام کا مذہب ہے۔

☆:......روح کے بارے میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھی ہے، جس کا نام ''**لطائف القدس بمعرفة النفس**'' ہے اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرز پر ''**ألطاف القدس**'' فارسی زبان میں لکھی۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ میں بھی کچھ نامکمل تفصیلات لکھی ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ قرآن نے روح کی حقیقت کو معلوم کرنے سے روکا نہیں اور اس کی حقیقت کو پہنچنا ممکن

ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تفصیلات اس لیے بیان نہیں کی ہیں کہ اس وقت کے لوگوں اور آئندہ آنے والی نسلوں کے عامۃ الناس کے اذہان اس کے ادراک سے قاصر تھے۔ شاہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ روح عالم خلق میں سے نہیں، بلکہ عالم امر میں سے ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ لکھا جائے یا کہا جائے، تحقیقات کی جائیں تو وہ کم ہوں گی، اس کی حقیقت کو پانا مشکل ترین امر ہے۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

☆:......مسجد کے اندر علوم دینیہ کا درس دینا جائز ہے، غیر دینی علوم پڑھانا جائز نہیں تو اس بنا پر مسجد میں فلسفہ اور اشعارِ جاہلیت کی تعلیم دینا جائز نہیں، اگرچہ علم دین کے لیے وسیلہ ہیں، چنانچہ ہمارے اکابرِ دیوبند اس سے احتراز کیا کرتے تھے۔ منطق کا پڑھانا جائز ہے، کیونکہ اس میں کفریات وخرافات نہیں ہیں، اگرچہ بعض محدثین مثلاً ابوعمرو ابن صلاحؒ اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ کی شاذ رائے ہے کہ منطق بھی ان علوم میں سے ہے، جن کا حاصل کرنا حرام ہے، مگر یہ رائے قابلِ اعتبار نہیں۔

☆:......حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ [المتوفی ۱۳۲۳ھ] حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ تھے اور دار العلوم دیوبند میں مسلم شریف وغیرہ کا درس دیا کرتے تھے، بعد میں وہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے آپ سے کہا کہ: ہمیں منطق کی تعلیم دیں تو آپ نے فرمایا کہ: منطق کی جو مدون کتب ہیں ان کو تو نہیں پڑھاؤں گا، البتہ خود کتاب لکھ کر وہ پڑھادوں گا، چنانچہ انہوں نے خود ایک کتاب لکھی جس میں امثلہ قرآن وحدیث سے لیں۔ وہ کتاب چھپی ہے، اور میں نے اس کا قلمی نسخہ بھی دیکھا ہے۔

☆:......''کتاب العلم'' میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۳ مرفوع احادیث ذکر کی ہیں جن سے تقریباً ۱۵۰ تک مسائل کا استنباط کیا ہے جو علم، عالم اور متعلم کے آداب سے متعلق ہیں۔ فجزاہ اللہ خیرا

☆:......آیتِ وضو کے نزول (جو غزوۃ المریسیع کے موقع پر نازل ہوئی تھی) سے اٹھارہ برس پہلے وضو کی تشریع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہوئی ہے اور پھر اٹھارہ برس بعد قرآن نے اس کی تائید کی۔ اس سے ایک اصولی بات معلوم ہوتی ہے کہ شرائعِ الٰہیہ کا مدار نبوت اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر ہوتا ہے۔ اصل میں نبی کے قول وفعل وغیرہ سے امورِ شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے اور تشریع امورِ قرآن کے نزول پر موقوف نہیں۔

☆:......''تضمین'' کا معنی یہ ہے کہ دو متقارب المعنی فعلین کے دو معمول ہوں تو احد الفعلین کو حذف کر کے اس کے معمول کو دوسرے فعل کے معمول پر عطف کر دیا جائے تو اس طرح دو معمولین، عاملین مختلفین کے ایک عامل کے تحت آجائیں گی، جیسا کہ ''علفنا ھا تبنا وماء باردا'' اور ''فزججن العیون والحو اجب''

☆:......’’إطالة الغرة‘‘ والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ اُمتِ محمدیہ کے افراد کے اعضائے وضو پر نور ظاہر فرمادیں گے اور یہ اعزاز صرف اسی اُمت کو حاصل ہوگا کہ ان کے وضو کا اثر اس صورت میں ظاہر ہوجائے گا، کیونکہ وضو پہلی اُمتوں کے لیے بھی تھا، مگر ان کے وضو پر یہ اثر مرتب نہیں ہوگا۔

☆:......بعض روایات کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور اپنی روایت کو بخاریؒ کی روایت پر ترجیح دی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہر جگہ واجب التسلیم نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ بخاریؒ کی ہر روایت ترمذیؒ وغیرہ کی ہر روایت سے اصح ہو، اس لیے اگر کسی حنفی محقق نے بخاریؒ کی رائے سے کہیں اختلاف کیا یا ترمذیؒ وغیرہ کی روایات کو بخاریؒ کی روایات پر ترجیح دی تو اس پر چراغ پا ہوکر برسنا اور چیخنا حماقت ہے۔

☆:......حنفیہ کی چار شخصیتیں ایسی ہیں جن کی تصنیفات سے کوئی محقق عالم مستغنی نہیں ہوسکتا:

۱:-امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’شرح معانی الآثار‘‘ اور ’’مشکل الآثار‘‘ ۲:-ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی ’’أحكام القرآن‘‘ اور ’’الفصول في الأصول‘‘ ۳:-علامہ ماردینی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’الجوهر النقي في الرد على البيهقي‘‘ ۴:-حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’نصب الراية‘‘ یہ چار شخصیات تحقیق کے بارے میں حنفیہ کے ائمہ اربعہ ہیں۔ ابن الہمامؒ کی ’’فتح القدير‘‘ میں جتنا ذخیرہ احادیث کا ہے وہ ’’نصب الرأية‘‘ سے ماخوذ ہے اور حافظ عینیؒ کے ’’عمدة‘‘ سے بھی۔ حنفی محدث بخاری کا پڑھانے والا اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

☆:......صیغۂ تمریض کے ساتھ بخاریؒ جب کسی حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہاں حدیث یا تو ساقط ہوتی ہے یا ضعیف ہوتی ہے یا پھر اس حدیث سے استدلال اپنے موضوع پر کمزور ہوتا ہے۔

☆:......’’زادالمعاد في هدي خير العباد‘‘ اچھی اور نفیس کتاب ہے، اس میں بہت سارے نفائس اور عمدہ ابحاث ہیں۔ ابن القیمؒ بہت ہی وسیع المطالعہ کثیر التصانیف شخصیت تھے: ’’وکان جماعا للكتب‘‘ اور کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی سالہا سال تک اسی کی کتابیں بکتی رہیں، مگر تعجب یہ ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں نفائس کے ساتھ عجائب بھی ہوتے ہیں، ’’زادالمعاد‘‘ میں عمدہ اور نفیس مباحث کے ساتھ بعض غلط اور سطحی قسم کی باتیں بھی ملتی ہیں۔

حضرت شیخ نے اس پر ایک لطیفہ سناتے ہوئے فرمایا کہ: شیخ (حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ: ایک دن میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا، ان کے ہاتھ میں ’’زادالمعاد‘‘ تھی، مطالعہ کے دوران ان پر کچھ تعجب اور حیرت کی کیفیت طاری ہوگئی، تو میں نے عرض کیا: حضرت! کیا

بات ہے؟ فرمایا کہ: بہت اوپری باتیں کررہا ہے، یعنی آپ کو تعجب ہوا کہ ایسا ذہین اور وسیع النظر شخص کس طرح اس قسم کی سطحی بات کہنے پر اُتر آتا ہے۔ دراصل اس قسم کی باتیں اس وقت انسان کرجاتا ہے جب تعصب اور محبت کے جذبہ میں آجاتا ہے، سچ ہے: ''**حبک الشئی یعمی ویصم.**''

☆: ......فرمایا کہ: ''**إعلام الموَقِّعين**''، بعض پہلوؤں سے اچھی کتاب ہے، لیکن بعض پہلو اچھے نہیں۔

☆: ...... بخاری، ص:۶۱، ج:۱، **قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعن اللّٰہ الیھود**، ترجمہ میں مذکور دعویٰ کے لیے یہ تعلیل بظاہر بہت دقیق ہے، اس لیے شارحین نے اس کو حل نہیں کیا اور جو کچھ لکھا ہے وہ ناقابلِ فہم ہے۔ بخاریؒ کا مدعا یہ ہے کہ قبر کی موجودگی میں نماز پڑھنا جائز ہے، جب تک نبش نہ کی جائے نماز ناجائز ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خود بھی واجب الاحترام ہیں اور ان کی قبور بھی قابلِ احترام ہیں، ان کی قبر کے پاس نماز پڑھنا اور ان کو سجدہ گاہ بنانا جائز نہیں تو مشرکین وغیرہ کی قبور کے پاس بغیر نبش کے کیسے نماز جائز ہوسکتی ہے؟!

☆: ......عہدِ نبوت کے دس سالہ مدنی دور میں اصحابِ صفہ (رضی اللہ عنہم) کی مجموعی تعداد تین سو بیالیس تک پہنچی ہے۔ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک کتاب لکھی ہے۔

☆: ......شملہ میں ایک موقع پر حضرت مولانا عثمانیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ، حضرت مولانا خلیل احمدؒ، حضرت مولانا تھانویؒ اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمع ہوئے، بعض لوگوں نے تقاضا کیا کہ قرآن کے اعجاز پر تقریر ہو، اس کے لیے حضرت شاہ صاحبؒ منتخب ہوئے۔ تقریر سے پہلے حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: اعجازِ قرآن پر میری تقریر اس شخص کے سمجھ میں آئے گی جس کو بارہ ہزار اشعار دورِ جاہلیت کے یاد ہوں اور بلاغت وفصاحت کے قواعد پر عبور ہو۔ بہرحال آپ نے ڈیڑھ یا دو گھنٹہ تقریر کی، تقریر کے خاتمہ پر حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا: سبحان اللہ! آج ہمیں اپنے جہل کا علم ہوا۔

☆: ......''**بنی اللّٰہ لہٗ بیتا فی الجنۃ**'' یہ حدیث تقریباً بیس صحابہؓ سے منقول ہے اور معناً تواتر تک پہنچی ہے، اس میں جو اشکال ہے اس کی دس توجیہات کی گئی ہیں۔ ایک توجیہ جو میں نے کی ہے وہ سب سے ظاہر ہے، وہ یہ کہ ''بانیین'' میں فرق اور ''مبنیٰ'' میں فرق اور ''دارین'' میں فرق ہے تو مماثلت ''بناء بالمعنی المصدری'' میں ہے، نہ کہ ''بناء مبنی للمفعول'' میں۔ فرمایا کہ: میں نے ڈابھیل میں حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ توجیہ سنائی تو خوش ہوئے اور دعا دی اور فرمایا کہ: تعجب ہے! سب سے اچھی توجیہ یہ ہے اور ظاہر بھی، پھر کیسے لوگوں کی نظروں سے غائب رہی۔

☆: ...... جب امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ ایک قول پر متفق ہوں تو وہ ''من حیث الحدیث''

اقویٰ ترین مذہب ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ جس قول پر متفق ہوں تو وہ ''من حیث التعامل'' اقویٰ ترین مذہب ہوگا اور جب امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ ایک قول پر متفق ہوں تو وہ ''من حیث التفقہ'' اقویٰ ترین مذہب ہوگا۔

☆:...... ''**فإن شدة الحر من شدة فيح جهنم**'' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں یہ مشاہدہ ہے کہ گرمی وسردی اور صیف وشتاء کا مدار سورج کے قرب وبعد پر ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شدۃِ حر کا باعث اور سبب ذاتِ شمس میں ہے۔ اس کا جواب اجمالاً تو یہ ہے کہ شارع علیہ السلام تعلیم شرائع کے لیے مبعوث ہوئے تھے، جن کا ادراک عقولِ عامہ سے باہر ہے، رہے وہ اُمور جو ظاہری اسباب پر مبنی ہوں، تو انبیاء علیہم السلام ایسی چیزوں اور اس کے اسباب سے بحث نہیں کرتے۔ اس جواب کی تفصیل یہ ہے کہ یہ بات مشاہدہ کی ہے کہ شدتِ گرمی کا سبب سورج کا قریب آجانا ہے، اس لیے یہ بات تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بعید تر ہے کہ وہ اس ظاہری سبب کو بیان فرماتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تو یہ ہے کہ جو چیز دوسروں کی نظروں سے مخفی ہے اور ان کی عقول سے ماوراء ہے، اس کو ظاہر فرمادیں۔ دنیا کے تمام اہلِ عقل اس پر متفق ہیں کہ اس عالم میں کرۂ شمس سے گرم ترین کوئی چیز نہیں، اگر درمیانی فضا میں موانع نہ ہوتے، تو حجر وشجر، ضرع اور زرع سب جل جاتے، کوئی بھی متنفس زندہ نہ رہ سکتا، مگر سورج کے کرہ میں یہ حرارت کہاں سے آئی؟! اس حقیقت کے ادراک سے سب کے سب قاصر ہیں۔ اب یہ پیغمبر کا مقام تھا کہ اس نے وحی کے ذریعہ سے بتلادیا کہ سورج میں یہ حرارت ذاتی نہیں بلکہ مستفاد ہے جہنم سے، اللہ تعالیٰ نے کرۂ شمس میں یہ قوتِ جاذبہ اور خاصہ پیدا کردیا ہے کہ وہ جہنم سے حرارت کو جذب کرلیتا ہے اور پھر شعاعِ شمس کے انعکاس سے یہ حرارت دنیا کو پہنچتی ہے اور اس کو متوازن بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہوا وغیرہ کے کرات بنادیئے۔ اب دنیا کا نظام اس حرارت سے چل رہا ہے۔

☆:...... مدینہ منورہ میں ایک بزرگ رہتے تھے جو بھیڑ بکریاں پالتے تھے اور خود دودھ نکالتے تھے، ایک دن اتفاق سے وہ بکری سے دودھ نکالنے میں مصروف تھے کہ میں آگیا، اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: ''**وکان رسول اللّٰہ** صلی اللہ علیہ وسلم **یحلب شاتہٗ**'' تو میں نے کہا: ''**نعم وکان یکنس بیتہٗ**'' اور پھر ارتجالاً میں نے یہ شعر کہا:

ألا یا صاحب الشاۃ والغنم !!!

هنیئاً لک سنة هادی الأمم

(جاری ہے)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....